

534

۲۰۲/۷۸۶

آئینہ فرات

مرثیہ -- ۲۲

در حالِ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

مصنفہ

شاعرِ ملت حضرت میر محمد باقر رضوی امانت خانی[ؒ]

سالِ تصنیف -- ۱۳۹۶ھ م ۱۹۷۶ء

تعداد بند -- (۱۰۱)

پانی سے ہی جہاں میں بقائے حیات ہے | پانی کے ایک قطرے میں اک کائنات ہے
پانی سے ہر شجر میں بہارِ ثبات ہے | پانی اگر ہو خشک تو پیاسی فرات ہے

بندش ہو آب کی تو بقا بھی فنا بنے

پانی نہ ہو تو تو سارا جہاں کربلا بنے

چہرے میں مرثیے کے جو پانی کا ہو بیاں | دریائے طبعِ جوش کی حالت میں ہو رواں
نفسِ ذہن سات سمندر میں ہو نہاں | آبِ حیات پینے لگیں شہ کے مدح خواں

تایر ایسی بزم میں کر جائے مرثیہ

ہر دل میں پانی بن کے اتر جائے مرثیہ

پانی کے فیض ہی سے لبِ جو ہے آبدار | پانی ہی پی کے بولتا ہے بولیاں ہزار
پانی کے ہی اثر سے گلستاں کا ہے نکھار | پانی سے ہی بہارِ حقیقت میں ہے بہار

پانی نہ ہو تو خار کی صورت کھٹکتی ہیں

پانی ہی پی کے اوس کا کلیاں چٹکتی ہیں

پانی سے بڑھتی جاتی ہے قوتِ بیان کی | پانی نگاہِ لطف ہے اک آسمان کی
پانی کے واسطے ہے دُعا باغبان کی | کھیتی ہری بھری ہے اسی سے کسان کی

پانی ہے یا کہ شانِ خدا آشکار ہے

پانی نہیں ہے رحمتِ پروردگار ہے

پانی کی نبض تیز جو ہوتی ہے ایک بار | گرمی سے آفتاب کی چڑھ جاتا ہے بخار
پانی کے ہے مزاج میں کس درجہ انکسار | بجلی کی لے کے قوتیں گرتا ہے آبشار

قطرے اڑے جو آب کے نظارہ بن گیا

پانی کو رقصِ سُوجھا تو فوارہ بن گیا

راوی نے یہ کتب میں احادیث کے لکھا | پیدا خدا نے عقل کو پہلے پہل کیا
یہ بھی رقم ہے خامہ ہے خلقت کی ابتدا | لکھا ہے یہ بھی آب ہے تخلیق کی بنا

اس میں کسی کو شک نہیں یہ قول ٹھیک ہے
تخلیق آدمی میں بھی پانی شریک ہے

پانی عجیب رنگ سے آیا ہمیں نظر | شانِ خدا کو دیکھ کے حیران ہے بشر
پانی اگر ہو صورتِ نیساں میں جلوہ گر | بطنِ صدف میں آکے وہ ہو جاتا ہے گہر

دو قسم کا یہ بن کے زمیں پر اثر گرے

بنتا ہے زہر سانپ کے منہ میں اگر گرے

پانی نہ ہو تو پھول کا چہرہ بنے اداس | پانی ہی باغِ دہر میں جینے کی ہے اساس
حساس دل ہی اصل میں ہے تشنگی شناس | ہم آپ کو بتائینگے کہتے ہیں کس کو پیاس

اپنا سلام تشنہ دہن کے حواس کو

ہم تو حسینؑ کہتے ہیں شدت کی پیاس کو

دریائے کربلا پہ ہوا جب مرا گزر | موجیں کنارے آکے پگھلتی تھیں اپنے سر
تشنہ لبوں کی پیاس کا دل پر ہوا اثر | میں نے جو نہیں فرات کے پانی پہ کی نظر

دل - اضطرابِ موج کی تمثال بن گیا

پانی نظر میں آتشِ سیال بن گیا

ہے اصطلاحِ آب میں کیا آب کی بہار | آبِ طلا سے سونے کا قائم ہوا وقار
صورتِ نمائے خلق ہے آئینہ - آبدار | بیگانہ آب سے نہیں حیدرؑ کی ذوالفقار

شبنم سے حُسن میں ہے اضافہ گلاب میں

موتی کے دام ہی تو ہیں موتی کی آب میں

بینِ فضا ہے آب سے پُر دامنِ سحاب | حد سے بڑھے جو خوف تو زہرہ ہے آبِ آب
جوہر کا ہے وقار۔ جوہر کی آب و تاب | نکھرا ہے آبِ حُسن سے انسان کا شباب

آئی ہے صورتِ مہ کنعاں نگاہ میں

یوسفؑ ہیں آبِ حُسن و ملاحت کی چاہ میں

فرزندِ مرتضیٰؑ بنی ہاشم کا مہ جبیں | جس سے ہی آبدار شجاعت کا ہے مگسین
دُنیا میں آبِ روئے علمدارِ شاہِؑ دیں | ہے زمزمِ وفا نگہہ حق میں بالیقین

اس آب کی نمازِ ولا آرزو کرے

پانی یہ وہ ہے جس سے شجاعت وضو کرے

پانی کا ایک واقعہ کرتا ہوں اب رقم | پانی سے چل رہا ہے مرے ہاتھ میں قلم
پانی میں ٹوٹ کر ہے بہا کفر کا بھرم | پانی کے ازدیاد میں آوازِ زیر و بم

جواک کھلا ثبوت ہے حق کے عذاب کا

طوفانِ نوحؑ نام ہے جس انقلاب کا

لہروں میں ارتعاشِ فضاؤں میں اضطراب | آثارِ انقلاب سے لرزاں وہ آفتاب
وہ اک طیبِ روح کا اللہ سے خطاب | شکوے کی شکل میں جو بنا وجہ انقلاب

قہرِ خدا کی دہر میں وہ دھوم - الاماں

اندازِ جنبشِ لبِ معصوم - الاماں

وہ اختیارِ قدرتِ معبود کا ظہور | وہ بددُعائے نوحؑ کا افلاک سے عبور
وہ غرقِ آبِ قہرِ خدا نفس کا غرور | کوفے میں ایک پانی اُگلتا ہوا تنور

مخلوق - مبتلائے عذابِ خدا ہوئی

دسویں رجب کو ایک قیامت پیا ہوئی

ظاہر جہاں میں کرتے ہیں قہری صفات دن | دُنیا کو اب دلاتے نہیں ہیں نجات دن
کرتے ہیں قطعِ خلق کی نبضِ حیات دن | چالیس روز سلسلہ بارش کا رات دن

کعبے کی سمت سے وہ برستا اٹھا سحاب

بجلی کی وہ چمک وہ گرجتا ہوا سحاب

گھیرا جہاں فسق کو حق کے عذاب نے | خشکی کو بحر کر ہی دیا انقلاب نے
موجوں کا ہاتھ تھام لیا اضطراب نے | دکھلایا زور یوں کششِ ماہتاب نے

دامن میں اپنے موت کا ساماں لئے ہوئے

پانی پہ ہر حباب ہے طوفاں لئے ہوئے

جس سمت کی نگاہ بجاِ فنا ملے | چشمے و نورِ آب کے حد سے سوا ملے
گویا قضا سے مل گئے موجوں سے کیا ملے | دریا بھی یوں اُبل گئے جھیلوں سے جا ملے

یوں چادریں جو آب کی تشکیل ہو گئیں

جھیلیں بڑھیں تو بحر میں تبدیل ہو گئیں

طوفان اٹھا قہرِ الہی کے نام پر | پانی پھرا عذاب کا ہر فکرِ خام پر
دُنیا اک آبلہ بنی شمسی نظام پر | سہمے ہوئے درندے ہیں اونچے مقام پر

اب ہو گیا جہاں میں کیسا یہ انقلاب

ان کی تو نسل نے بھی نہ دیکھا یہ انقلاب

ہیت سے اب تو فطرتِ حیواں بدل گئی | آہو کی جستِ خوف و خطر سے ہرن ہوی
بھولے ہوئے ہیں آج درندے درنگی | بکری بھی اب تو شیر کے پہلو میں ہے کھڑی

پھر ایک بار مان چکا اپنی ہار سانپ

ہے نیولے کی آج تو گردن کا ہار سانپ

دُنیا میں انقلاب کا ہر سمت ہے سماں | بھولی ہوئی ہیں بلبلیں بھی اپنی بولیاں
پانی میں سب جہان کے اشجار ہیں نہاں | جلتا نہیں ہے برق کے گرنے پہ آشیاں

اُڑنے کی اب طیور کو کوئی ہوس نہیں

آزاد سب ہیں قید سے کوئی نفس نہیں

جتنی حقیقتیں تھیں وہ سب خواب بن گئیں | پچیدگیاں گم ہوئیں گرداب بن گئیں
سانسیں رباب موت کا مضرب بن گئیں | موجیں تڑپ کے ماہی بے آب بن گئیں

بے تابیاں ہیں دہر میں کیا انقلاب ہے

دُنیا کا نام آج تو اک اضطراب ہے

عالم ہے بے شعور کسی کو نہیں شعور | کیا حشر خیز قہر کے پانی کا دُفور
کوہ ہمالیہ کا پتا ہے نہ کوہ طُور | پانی میں گرتے جاتے ہیں بھیکے ہوئے طیور

دُنیا بے ثبات نفسی سراب ہے

عالم تمام حلقہٴ دامِ حباب ہے

کہتے ہیں کس کو قہر خدا کا نہ پوچھئے | انسان کی ممت کا نقشہ نہ پوچھئے
پانی میں نوعروں کا لاشا نہ پوچھئے | گہوارہٴ تموّج دریا نہ پوچھئے

دل تیرتے تھے آب پہ اسکے حجاب میں

کتنے ہی شیر خوار نظر آئے خواب میں

خود بھی تڑپ کے موج کو تڑپائے ہے کوئی | گل کی طرح شباب میں کھلائے ہے کوئی
موجوں کے زخم بہتے ہوئے کھائے ہے کوئی | چھاتی سے اپنے بچے کو چمٹائے ہے کوئی

لوری کی دھن نہ لے کا ترانہ کوئی نہیں

ماں کی محبتوں کا ٹھکانہ کوئی نہیں

بگڑی ہے انکی شکل جو تھے غیرتِ قمر | مومیں بنی ہیں بھڑیاں بوڑھوں کی سر بسر
ایسے بھی طفل آتے ہیں طوفان میں نظر | بھیگی نہیں مَسیں ابھی بہتے ہیں آب پر

ایسے بھی بہہ رہے ہیں جو ہیں واقعی شباب
کچھ دیر پہلے رُہد شکن تھا یہی شباب

حکمِ خدا سے ہوگی تعمیل جس گھڑی | طوفاں تھا فضاءِ فلک ابر سے چھٹی
کشتیِ نوحؑ کوہ پہ جودی کے رُک گئی | اسی بچے حیات کی دُنیا میں آدمی

حیدرؑ کی ایسے حال میں مشکل کشائی ہے
کشتیِ نوحؑ حکمِ خدا سے بچائی ہے

بابا نے تو بچا لیا کشتی کو نوحؑ کی | کشتی دیں بچائے گا خود دلبرِ نبیؑ
تختی اسی سفینہ کی اک روس میں ملی | لکھا ہوا تھا اُس پہ کچھ تحقیق جب ہوی

زہراؑ و مصطفیٰؐ و حسینؑ و حسنؑ کے نام
مرقوم تھے بخطِ جلی پنجنؑ کے نام

حق میں ہمارے رحمتِ باری ہیں اہلبیتؑ | مالکِ رضائے حق کے ہیں مرضی ہیں اہلبیتؑ
اللہ کی جہاں میں نشانی ہیں اہلبیتؑ | قولِ رسولؐ - نوحؑ کی کشتی ہیں اہلبیتؑ

تمثیل میں تو دونوں میں کچھ بھی نہ فرق ہے
اس میں جو آگیا وہ بچا - ورنہ غرق ہے

اے آبِ فکر اپنی روانی دکھا دے اب | اہلِ خلش کے ذہن پہ پانی پھرا دے اب
دریا کے زیر و بم کی صدائیں سنا دے اب | مضمونِ نو کے بزم میں دریا بہا دے اب

اے سلسبیلِ فکر چلا جا سبیل پر
کشتی چلا تصورِ دریائے نیل پر

وہ مصر کی زمین وہ تکفیر کی صدا | وہ سرکشی کا زور - تمرد کا ارتقا
وہ اک غرورِ نفس کی مذموم انتہا | بندے کے ذہن میں وہ خدائی کا ادعا

ادنیٰ بساطِ عبد پہ جادو چڑھا ہوا
ممکن خیالِ خام میں واجب بنا ہوا

حظ کی بات خالقِ وصفِ نبات سے | گستاخی فنا وہ دوامی حیات سے
وہ قتلِ عقل - تیغِ تکبرِ صفات سے | انسان کا مقابلہ خالق کی ذات سے

ایذا وہ شر کی خالقِ خیر کثیر کو
وہ اک فریبِ عقل سے دھوکا ضمیر کو

باطل کی بزمِ رنگِ جفا سے سچی ہوئی | جرأتِ بشر کی اپنی حدوں سے بڑھی ہوئی
فرعونیتِ خدا کے مقابل کھڑی ہوئی | خود ساختہ خدائی کی مسند بچھی ہوئی

اس پر وہ نموش ہے جس کا بدل نہیں
مستغنیٰ المزاج کی تیوری پہ بل نہیں

دل کا خیال انکے ہی افعال سے عیاں | جامِ شرابِ ظلم کی بدمست مستیاں
اُن کے نجومیوں کی وہ پیشین گوئیاں | اوہام کے بُوں کی توہم پرستیاں

آزاریاں ربابِ جفا کے سرود میں
وہ قتلِ عام بچوں کا مانوں کی گود میں

فرعون کا عزم تھا اُس کے بیان میں | باقی نہ بچ سکے کوئی بچہ جہان میں
لیکن رہے گا وہ جو ہے حق کی امان میں | آخر کلیمؑ ہو گئے پیدا جہان میں

ہر گز نہ اب ارادہٴ خالق بدل سکا
باطل کا حق کے سامنے کچھ بس نہ چل سکا

پانی سے اب بھی دیکھئے مربوط ہے بیاں | دریائے نیل کا میں دکھاتا ہوں اب سماں
وہ چاندنی کے عکس میں موجوں کی بجلیاں | فرعون کا محل لب ساحل وہ ضوفشاں

وہ قصر سے ملی ہوئی دوزخ کی راہِ غیظ
وہ روشنی پہ نارِ سقر کی نگاہِ غیظ

صندوق ایک بہتا تھا موجوں کے دوش پر | ہمراہ تھی مشیتِ خلاقِ بحر و بر
اور تھا سفینہٴ رشد و ہدایت کا ہمسفر | اس پر جو ٹھہری زوجہٴ فرعون کی نظر

خود آگے بڑھکے ہاتھوں پہ اپنے اٹھالیا
دریا سے اس نے گوہرِ نایاب پا لیا

صندوق کو جو کھولا تو وہ دیکھتی ہے کیا | ہے طفلِ شیر خوار - کہ ہے قدرتِ خدا
بچہٴ ہے اپنے منہ میں انگوٹھا لیا ہوا | مٹھی میں بند ہے یدِ بیضا کا معجزا

موسیٰؑ کی ہے نگاہ کہ حکمِ حکیم ہے
فرعون پر نظر ہے کہ ضربِ کلیمؑ ہے

خالق کی مصلحت سے کوئی کس طرح لڑے | حقیقت کی جیت ہے باطل کے زعم سے
کھائی شکست مقصدِ شہؑ سے یزید نے | موسیٰؑ ہوا ہی کرتا ہے فرعون کے لئے

فرعون کو کلیمؑ نے بالکل مٹا دیا
شبیرؑ نے یزید پہ پانی پھرا دیا

دریائے ہند بہتے ہیں اپنی ترنگ میں | آپ اپنی یہ مثال ہیں بہنے کے ڈھنگ میں
ان کے بہاؤ کی ہے صدا جلترنگ میں | کنگ و جمن روپھری سُنہری کے رنگ میں

شامِ اودہ میں عشق کی ڈھارس نہ پوچھئے
گنگا پہ حُسنِ صبحِ بنارس نہ پوچھئے

جمنا پہ عکسِ تاج محل جس گھڑی پڑا | سایہ بنا یہ عشق و محبت کا آئینا
تاثیرِ عشق سے ہوا دریا میں زلزلہ | شاہِ جہاں کا قلب تھا موجیں بنا ہوا

دُنیا کی حسینِ عمارت کی چھاؤں ہے
سایہ ہے تاج کا کہ محبت کی چھاؤں ہے

شاہنشی جلال ہے سائے میں تاج کے | مزدور کا جمال ہے سائے میں تاج کے
تعمیر کا کمال ہے سائے میں تاج کے | امواج کا یہ حال ہے سائے میں تاج کے

بے حد ہے اضطرابِ نشانی میں عشق کی
زلفیں بکھرتی جاتی ہیں پانی میں عشق کی

ہے آگرے کا تاج محل کس قدر حسین | سائے کو اسکے ایک گھڑی بھی سکوں نہیں
لرزاں ہوا ہے سنگ بنیں سنگِ مرمریں | صنعت کا شاہکار ہے سائے میں بالیقین

ہے رنگِ نقش - کام کے مامور کا لہو
پانی میں گویا مل گیا مزدور کا لہو

گنبد کی شکل میں نظر آئی ہے چاندنی | سائے پہ گر کے فاتحہ پڑھتی ہے چاندنی
موجوں پہ جب گری ہے تو تڑپی ہے چاندنی | سایہ نہیں ہے پانی میں اُتری ہے چاندنی

کیونکر نہ آئے حُسنِ مشقت نگاہ میں
سایہ ہے یا کہ یوسفِ صنعت ہے چاہ میں

دریا پہ اسکی چھاؤں میں ہے چاندنی کی رات | موجوں سے اسکے سائے کی ہوتی رہی ہے بات
سایہ نہیں ہے اسکا ہُنر کی ہے کائنات | اس مقبرے کے عکس میں صنعت کی ہے حیات

ہندوستان کے لئے فخرِ زمیں ہے یہ
بیداریوں کی آنکھ میں خوابِ حسین ہے یہ

اہلِ عزائے شاہِ ہدا ہاں اٹھو اٹھو | چلتے رہو خیال میں ہرگز نہ اب رُو کو
دریا تو کئی جہان کے دیکھے بڑھے چلو | اب ساحلِ فرات کا نظارہ بھی کرو

مشکیزہ لے کے صاحبِ احساس آگئے

تاجِ وفا پہن کے وہ عباسؑ آگئے

حیدرؑ کی کارزار کو پھر آج دیکھ لو | دریا سے بھاگ ہی گئیں افواج دیکھ لو
ضبطِ عطش کی کیسی ہے معراج دیکھ لو | یہ کعبہٴ وفا کے ہیں سرتاج دیکھ لو

اسلام کا علم لبِ ساحل وہ گرڈ گیا

پانی میں دیکھو سایہٴ عباسؑ پڑ گیا

موجوں پہ ارتعاش ہے سایہ نہیں ہے یہ | غمِ صاحبِ فراش ہے سایہ نہیں ہے یہ
دریا پہ اک خراش ہے سایہ نہیں ہے یہ | فرطِ عطش کی لاش ہے سایہ نہیں ہے یہ

اک آس ہے یہ دخترِ شاہِ مدینہ کی

سایہ نہیں ہے چھاؤں ہے پیاسی سیکینہؑ کی

ہیں ساحلِ فرات پہ عباسؑ پُر ملال | تشنہٴ دہن سیکینہؑ کا ہے قلب میں خیال
قبضہٴ فرات پر ہے شجاعت کا اک کمال | چھایا ہوا ہے نہر پہ عباسؑ کا جلال

آکر ترائی میں ہیں غمغمنفر بنے ہوئے

عباسؑ ہیں فرات پہ حیدرؑ بنے ہوئے

حیدرؑ کی اصلی نقل کا عباسؑ نام ہے | فرعِ حیا کی اصل کا عباسؑ نام ہے
وصفِ عقیلِ عقل کا عباسؑ نام ہے | گلِ وفا کی شکل کا عباسؑ نام ہے

محرِ عطش کے نوحؑ کا عباسؑ نام ہے

یعنی وفا کی روح کا عباسؑ نام ہے

شمشیر کی نگاہ کا عباسؑ نام ہے | اک فرد کی سپاہ کا عباسؑ نام ہے
شیرؑ کی پناہ کا عباسؑ نام ہے | تعمیلِ حکمِ شاہؑ کا عباسؑ نام ہے

صبر و رضا کے ربط کا عباسؑ نام ہے

جوشِ وغا کے ضبط کا عباسؑ نام ہے

عباسؑ اہلِ درد کے درماں کا نام ہے | عباسؑ ایک شیرِ نیستاں کا نام ہے
عباسؑ وزنِ درد کی میزاں کا نام ہے | عباسؑ بوترا بؑ کے ارماں کا نام ہے

عباسؑ کربلا کے غضنفر کا نام ہے

عباسؑ اپنے دَور کے حیدرؑ کا نام ہے

منشائے اہلیتؑ کا عباسؑ نام ہے | پیرائے اہلیتؑ کا عباسؑ نام ہے
شیدائے اہلیتؑ کا عباسؑ نام ہے | سقائے اہلیتؑ کا عباسؑ نام ہے

عباسؑ عزمِ شاہِ مدنیہ کا نام ہے

عباسؑ روحِ مشکِ سکیںہ کا نام ہے

عباسؑ اپنے بھائی کی طاعت کا نام ہے | عباسؑ انتہائے محبت کا نام ہے
عباسؑ ذوالفقار کی ضربت کا نام ہے | عباسؑ مرتضیٰؑ کی شجاعت کا نام ہے

عباسؑ ہے نگینۂ وصفِ ولی کا نام

عباسؑ ہے حرّاتِ خونِ علیؑ کا نام

عباسؑ بوترا بؑ کے جوہر کا نام ہے | عباسؑ - شکل و صورتِ حیدرؑ کا نام ہے
عباسؑ - ایک شاہؑ کے لشکر کا نام ہے | عباسؑ - اپنے باپ کے تیور کا نام ہے

عباسؑ - حفظِ آل کے منصب کا نام ہے

عباسؑ - خود ہی چادرِ زینبؑ کا نام ہے

عباسؑ - ارتقائے جلالت کا نام ہے | عباسؑ رنگِ خونِ محبت کا نام ہے
عباسؑ ایک پیاس کی قوت کا نام ہے | عباسؑ مرضیؑ کی شہادت کا نام ہے

عباسؑ اک حسینؑ کے لشکر کا نام ہے

عباسؑ رن میں نائبِ حیدرؑ کا نام ہے

عباسؑ - ملکِ عزم کی سرحد کا نام ہے | عباسؑ - افتخارِ اب و جد کا نام ہے
عباسؑ - حفظِ دینِ محمدؑ کا نام ہے | عباسؑ شہؑ کے تابعِ مقصد کا نام ہے

عباسؑ اک اشارہٴ شبیرؑ کا ہے نام

عباسؑ اک رُکی ہوئی شمشیر کا ہے نام

عباسؑ - ناصرِ شہؑ عالی مقام ہے | عباسؑ اپنے بھائی کی پیاسی حُسام ہے
عباسؑ - اک نشانیِ قربِ امامؑ ہے | عباسؑ - اہلبیتؑ کی ڈھارس کا نام ہے

عباسؑ نام ہے شہؑ والا کی پیاس کا

عباسؑ مقتضاً ہے سیکنہؑ کی آس کا

عباسؑ حاملِ اثرِ بوترا بؑ ہے | عباسؑ کا عتابِ علیؑ کا عتاب ہے
عباسؑ کا جلالِ نظرِ لاجواب ہے | عباسؑ - خواہرِ شہؑ دیں کی نقاب ہے

زینبؑ کو دیکھے کس کی نظر کی مجال ہے

عباسؑ کا جلالِ علیؑ کا جلال ہے

عباسؑ مجتبیٰؑ کے تल्पف کا نام ہے | عباسؑ کربلا کے تاسف کا نام ہے
عباسؑ مرضیؑ کے تعریف کا نام ہے | عباسؑ شاہؑ دیں کے تصرف کا نام ہے

شمشیر پر اثر ہے شہؑ مشرقین کا

عباسؑ کے ہے قبضے پہ قبضہٴ حسینؑ کا

عباسؑ - نورعین - شہؑ لافتی کے ہیں | عباسؑ - جاں نثار - امامؑ ہدا کے ہیں
عباسؑ - شیر - پیشہؑ شیر خدا کے ہیں | خندق کے وہ علیؑ یہ علیؑ کربلا کے ہیں

مثلِ پدرِ خزینہٗ صدق و صفا یہ ہیں
ایمانِ کلِ علیؑ ہیں تو کلِ وفا یہ ہیں

عباسؑ جس کے راہِ شہادت پہ ہیں قدم | عباسؑ جس کا سُکھی ہوئی مشک میں ہے دم
عباسؑ داستانِ وفا جس نے کی رقم | عباسؑ جس کے ہاتھ قلم ہو کے ہیں قلم

عباسؑ ہے نشان - شہؑ مشرقین کا
لیتا ہے سانس جو وہ علم ہے حسینؑ کا

عباسؑ جس کے دل میں ہے پیاسوں کا اضطراب | عباسؑ جس کی شان ہے ہم شانِ بو ترابؑ
عباسؑ کا جلال ہی زینبؑ کی ہے نقاب | عاشور کی سحر کا ہے یہ چاند آفتاب

تاروں کو نہرِ نورِ فلک پر ڈبو گئی
انگڑائی اس جری نے جو لی صبح ہو گئی

وہ صبح جس کی دہر میں ملتی نہیں نظیر | خُرؑ کا اسی کے نور سے روشن ہوا ضمیر
ہے جس کے آفتاب کی پہلی کرن سفیر | جو درمیاں بنی حق و باطل کے اک لکیر

اس کی ضیا میں خیر کی گر رونمائی ہے
اس نے نقابِ شر کی بھی رُخ سے اُٹھائی ہے

اس صبح کا ہوا ہے یہ عباسؑ پر اثر | کستے ہیں اپنے عزم کے پٹکے سے وہ کمر
آبِ فرات کا ہے گماں آبِ تیغ پر | قبضے پہ ہاتھ فوجِ یزیدی پہ ہے نظر

باطن میں قلب - آبِ وفا سے دُہلا ہوا
جوشِ وفا میں تیغ کا ڈورا کھلا ہوا

غازی کے جوشِ قلب میں وہ حیدری صفات | میزان میں وفاؤں کی ثلثی ہوی حیات
پیش نگاہ تشنہ دہانوں کی کائنات | تیغِ جبری کے دھار پہ بہتی ہوی فرات

کائی کی طرح رن میں ابھی سے پھٹی ہوی
ساحل کی فوج ذہن میں گویا کٹی ہوی

انصارشہؑ کے ہاتھوں میں تیغیں لئے ہوئے | تیغوں کے ڈورے شوقِ ونا میں کھلے ہوئے
آنکھوں میں تشنہ کاموں کی آنسو بھرے ہوئے | پانی سے خالی کوزے زمیں پر پڑے ہوئے

افواج کی صدا سے سکینہؑ ڈری ہوی
بچوں کی پیاسِ مشک میں اسکی بھری ہوی

تابندہ حُرؑ کی شکل میں عنوانِ کربلا | افواج سے بھرا ہوا میدانِ کربلا
وہ ظلم کی ہوا وہ سلیمانِ کربلا | پیاسا وہ تین روز سے مہمانِ کربلا

بہتی ہوی فرات قیامت بنی ہوی
ہر موجِ آبِ شکلِ ندامت بنی ہوی

عباسؑ کے حضور میں انصارِ با وفا | ہالہ وہ صحدم بنی ہاشم کے چاند کا
دل میں جبری کے جوشِ شجاعت کا ارتقا | اس جوش سے رکاب کے تسموں کا ٹوٹنا

یہ آرزو کہ - ہاتھ کو اپنے قلم کروں
تاریخ - اعتبارِ وفا کی رقم کروں

القصہؑ صبح ہوگئی اور جنگ چھڑ گئی | لڑ کر شہید ہو گیا رن میں ہر اک جبری
عباسؑ کو چراغِ شہادت کی لو لگی | دوبھر ہوئیں نگاہ میں گھڑیاں حیات کی

بیتاب دل تھا بھائی کی نصرت کے واسطے
عباسؑ آئے خیمے میں رخصت کے واسطے

حیدرؒ کا لال آب وفا تھا پئے ہوئے | دامانِ التجا رگِ دل سے سینے ہوئے
پاسِ ادب سے نظریں تھا نیچی کئے ہوئے | آئی سکینہؑ ہاتھ میں کوزہ لئے ہوئے

سوزِ دل و جگر کی گرہ کھولنے لگی
تصویر۔ چُپ۔ تھی پیاس کی اب بولنے لگی

مشکِ سکینہؑ لیکے بڑھا جس گھڑی جری | بنتِ علیؑ کے رُخ پہ نگاہِ ادب پڑی
کی عرض اے بتولؑ کی جاں۔ دخترِ ولی | سرورؑ کی ذاتِ پاک مصیبت میں ہے گھری

اس دم۔ ہوا تو لطف کے دامن کی دیتجئے
دریا سے پانی لاؤں رضا رن کی دیتجئے

زینبؑ نے جب کلامِ علمدارؑ کا سُنا | یوں اضطرابِ دل ہو اتن کا پنے لگا
نبضیں بھی ڈوبنے لگیں چہرہ بھی فق ہوا | عباسؑ پر نگاہ کی سکتہ سا ہو گیا

جذبے تصورات کے جادے پہ چل پڑے
بازو کو اپنے دیکھا اور آنسو نکل پڑے

عباسؑ نکلے خیمے سے مشک و علم لئے | تیور میں رعبِ شیرِ خدا کا بھرم لئے
رگ میں قلب کی غمِ اہلِ حرم لئے | سانسوں میں اپنی پیاسی بھتیجی کا دم لئے

حیرت یہ ہے کہ مشک میں کیونکر سا گیا
طوفان تھا عطش کا جو پہلو میں آ گیا

عباسؑ کا علم ہے سہارا بنا ہوا | پرچم کا اضطرابِ نظارا بنا ہوا
پنجہ بھی ہے وفا کا ستارا بنا ہوا | ہے آبِ تیغِ ضبط کا دھارا بنا ہوا

تعمیرِ احتیاطِ وعا ساتھ ساتھ ہے
قبضہ ہے یا حسینؑ کے مقصد کا ہاتھ ہے

عباسؑ ہیں کمالِ شجاعت لئے ہوئے | شیرِ خدا کی رُخ پہ جلالت لئے ہوئے
خونِ علیؑ کی تن میں حرارت لئے ہوئے | شانوں پہ اپنے بارِ شہادت لئے ہوئے

آنکھیں جری کی سُرخ ہیں دل میں ملال ہے
زینبؑ کے بازؤں کے نشاں کا خیال ہے

رن میں جو آیا تیغ کو تولے وہ شیرِ نر | لشکرِ سمٹ کے بن گیا ناکارہ اک سپر
گردش میں ساری فوج تھی خشکی میں تھا بھنور | کرتی تھی کام تیغ کا عباسؑ کی نظر

ہیبت سے اضطراب تھا دریا کی موج کو
تیور کی تیغ کاٹی جاتی تھی فوج کو

حملے سے فوجِ شام بہت بے حواس تھی | ہر موجِ آبِ عزمِ دلاور کے پاس تھی
یوں نہرِ علقمہ کی قرینِ قیاس تھی | عباسؑ کے لباس میں بچوں کی پیاس تھی

ضرباتِ حیدری کی دُہائی تھی نہر پر
بچوں کی تشنگی سے لڑائی تھی نہر پر

دکھلا رہا تھا حیدری تیورِ علیؑ کا شیر | ہر اک قدم پہ کرتا تھا محشرِ علیؑ کا شیر
بڑھتا تھا کاٹتے ہوئے لشکرِ علیؑ کا زیر | رن میں دکھائی دیتا تھا حیدرِ علیؑ کا شیر

تلتے تھے رن میں ضرب کی میزاں میں پہلوواں
مرحب کی طرح کٹتے تھے میداں میں پہلوواں

دریا کی تھی فضاؤں میں پروازِ العطش | موجوں کا اضطراب تھا اعجازِ العطش
پہلی ہی ضرب سے ہوا آغازِ العطش | جھنکارِ تیغ کی تھی کہ آوازِ العطش

پیاسے کے عزم سے سپہِ شام دنگ تھی
سوزِ دلِ سیکینہؑ کی لشکر سے جنگ تھی

شیرِ علیؑ کے خوف سے اعدا سمٹ گئے | حائل جو راہ میں ہوئے فی الفور کٹ گئے
میدان میں جو نشیب تھے کشتوں سے پٹ گئے | جو گھاٹ پر تھے حملہٴ غازی سے ہٹ گئے

تیغِ جبری نے گھیر لیا وہ جدھر چلے
موجوں نے سر اٹھا کے پکارا کدھر چلے

تینیں جھکائے اہلِ ستم بھاگتے رہے | لیتے نہ تھے وہ راہ میں دم بھاگتے رہے
میدان میں کھل گیا جو بھرم بھاگتے رہے | رکھے ہوئے سروں پہ قدم بھاگتے رہے

آپس میں بھاگنے کا اشارا کئے ہوئے
ساحل سے جارہے تھے کنارا کئے ہوئے

بالکل اُداس ہو گیا پہلے جو چاق تھا | اُسکو نہیں تھی اس کی خبر افتراق تھا
میدان میں ثباتِ قدم سب کو شاق تھا | شیوہٴ عرب کا آج تو بالائے طاق تھا

میدان میں بُردلی کو سمجھتے تھے نام آج
کرتے تھے فخر بھاگنے پہ اہلِ شام آج

اعدا جبری کو دیکھ کے بولے دلیر ہے | اس تشنگی میں آبِ وفا سے وہ سیر ہے
آئے جو اس کے سامنے رن میں وہ زیر ہے | انگشت سے بتا کے وہ کہتے تھے شیر ہے

جو بچ رہے وہ ہو گئے سیماب کی طرح
ساحل پہ تڑپے ماہی بے آب کی طرح

پہنچا فرات پر جو بن شیرِ کردگار | بُو شیر کی جو آئی تو بُردل ہوئے فرار
بیدل تھا گھاٹ پر نہ کوئی اور نہ شہسوار | پیاسے کی جنگ رہ گئی دُنیا میں یادگار

ساحل پکارتا تھا غضب کا دلیر ہے
ہر سمت شور تھا کہ ترائی میں شیر ہے

ساحل پہ آکے رُک گیا جس وقت وہ جری | گردن تھپک کے ہمتِ مرکب کی داد دی
دریا پہ تشنہ لب کی نظر جس گھڑی پڑی | موجِ فرات نقشہٴ سیماب بن گئی

عباسؑ نے فرات کو قبضے میں کر لیا

پانی جری نے مشکِ سکینہؑ میں بھر لیا

اللہ تشنگی میں قیامِ حواس ہے | دل کی طرح سے مشکِ بھتیجی کی پاس ہے
غازی کا سطحِ آب پہ کیا انعکاس ہے | سائے کی شکل میں یہ سکینہؑ کی پیاس ہے

اب مصحفِ بتولؑ کا آیہ لرزتا ہے

پانی پہ تشنہ کام کا سایہ لرزتا ہے

عباسؑ کی وفا کا سمندر ہے جوش پر | شمشیر کے ہیں وار صدائے خروش پر
اک برق گرتی جاتی ہے لشکر کے ہوش پر | دیں کا علم ہے ہاتھ میں مشکیزہ دوش پر

کوثرِ بدوش اب خلفِ بو ترابؑ ہے

جو دامنِ وفا میں چھنا یہ وہ آب ہے

سقائے بنتِ شہؑ کی شجاعت تو دیکھئے | تنہا لڑا ہزاروں سے جرأت تو دیکھئے
موسیٰؑ کدھر ہیں آئے ہیبت تو دیکھئے | قبضہ کیا فرات پہ ہمت تو دیکھئے

غازی ہے سیرِ آبِ وفا کے صفات سے

پلٹا ہے شیرِ پانی نہ پی کر فرات سے

ساقی اب آکے تو ہی ذرا جام دے اسے | اعلیٰ مقامِ خلد کا پیغام دے اسے
نقشِ وفا کا تمغہٴ اسلام دے اسے | اب شکلِ ذوالفقار میں انعام دے اسے

دُنیا کو تیرے خون کے جوہر بتائے ہیں

میدان میں تیرے ہاتھ جری نے دکھائے ہیں

ساتی ترے پسر کے تصدق میں جام دے | اب اس کو میں پیونگا بصد احترام دے
جس جام پر ہوا ہے رقم میرا نام دے | بن جائیں جسکے پیتے ہی سب میرے کام دے

ہر آن اسکے کیف کا عالم بڑھے رہے
تاحشر جس کے پینے کا نشہ چڑھے رہے

نشہ چڑھے تو کیف میں میری دُعا بڑھے | پی لوں جو دُرد۔ عادتِ صدق و صفا بڑھے
تیرے پسر کے نام سے مئے کا مزا بڑھے | وہ مئے دے جسکے پیتے ہی خوئے وفا بڑھے

عباسؑ کے طفیل میں اب کامران کر
دے مئے مجھے علم کے پھریرے میں چھان کر

ساتی خیال میں بنی ہاشم کا ہو قمر | نشے میں مئے کے بڑھنے لگے طاقتِ بصر
مجھ پر تصورات کا میرے یہ ہو اثر | عباسؑ کی وفا کے مناظر پہ ہو نظر

نشے میں صاف غیظ کے فقرے سنائی دیں
مجھکو امان نامے کے پُرزے دکھائی دیں

جامِ ولا سے تیرے ہے باقی مرا بھرم | تیرا ہی دم بھروں گا میں جب تک ہے مجھ میں دم
کرتا رہوں گا مدحتِ عباسؑ میں رقم | چھوٹے گی یہ نہ مدح اگر ہاتھ ہوں قلم

مجھ پر کرم جو ہو نگہِ التفات کا
ساغر میں مئے کے دیکھ لوں ساحلِ فرات کا

ساتی مئے طہور مجھے اب شتاب دے | حق کی نظر میں جس کا ہے پینا ثواب دے
جس کا بہشت میں بھی نہیں ہے جواب دے | مینا سے بے نیاز جو ہے وہ شراب دے

سقائے اہلبیتؑ کا صدقہِ ولا مجھے
ساتی شرابِ مشک میں بھر کر پلا مجھے

ساقی وہ رن میں گھر گیا فوجوں میں تیرالال | تنہا ہی کر رہا ہے ہزاروں سے اب جدال
وہ جنگ کی ہے پیاس میں جسکی نہیں مثال | غازی کو حفظِ مشکِ سکینہؑ کا ہے خیال

پنہاں ہوا ہے قلبِ وفادار مشک میں

پانی ہے یا کہ جانِ علمدارؑ مشک میں

میدان میں جری کو ہے فوجوں کا سامنا | چاروں طرف سے شیر پہ ہے ظلمِ اشقیا
مشک و عل سنبھالے ہوئے کرتا ہے وعا | مرکز وفا کا بیچ میں ہے - گرد - بے وفا

آمادہ قتل کیلئے رن میں شریر ہیں

گُرز و تبر ہیں نیزہ و شمشیر و تیر ہیں

عباسؑ کو جلال تھا غازی تھا خشکیں | سہمے ہوئے تھے خوف سے سب دشمنانِ دیں
کر سکتے تھے نہ وار مقابل سے اہل کیں | حملہ شجر کے اوٹ سے کرتا ہے اک لعین

حیدرؑ کے ہاتھ نکلے نجف میں مزار سے

شانہ جری کا کٹ گیا بڑول کے وار سے

لڑتا تھا رن میں شیرِ علیؑ ایک ہاتھ سے | کرتا تھا قتل بڑکے جری ایک ہاتھ سے
مقصد کی جنگ فتح ہوئی ایک ہاتھ سے | دو ہو رہے تھے رن میں شتی ایک ہاتھ سے

ظالم کے ظلم کا تھا نشانہ بھی دوسرا

دھوکے سے قطع کر دیا شانہ بھی دوسرا

عباسؑ ضبط و صبر کا معیار بن گئے | زخمی ہوئے تو زخم کا گلزار بن گئے
سرشق ہوا تو حیدرؑ کرار بن گئے | بازو کٹے تو جعفرؑ طیار بن گئے

کس بیکیسی سے لشکرِ شہؑ کا حشم گرا

بازو کے ساتھ خاک پہ دیں کا علم گرا

باقر زمیں پہ گھوڑے سے گرتا ہے شیرِ نر | مظلومیت کی آنکھوں میں اشکوں کے ہیں گہر
حیرت سے بیکسی کی ہے عباسؑ پر نظر | بے دست ہاتھ کس طرح ٹیکے گا خاک پر

اعجاز آ کے رن میں دکھا دیجے یاعلیؑ

شانوں سے اُس کے ہاتھ لگا دیجے یاعلیؑ

